ترتیبِ غزلیات کے بارے میں چند الفاظ:

اردو میں دواوین کی ردیف کے علاوہ مرید ترتیب کا کوئی مقررہ قاعدہ نہیں۔ دیوانِ غالب کے جو نسخے شروع میں سائع ہوئے، ان میں غزلوں پر نمبر شمار نہیں تھا۔ بعد کے نسخوں میں...... خصوصاً جو معہ شرح ہیں...... غزلوں پر نمبر شمار پڑا ہے (دیوانِ غالب مرتبہ مالک رام ایک استثنا ہے)۔ حالانکہ تمام مرتبین صریحاً (نسخۂ عرشی، مقدمہ، ص۶۷) یا التزاماً'' تاریخی حیثیت سے ترتیب'' کی بات کرتے ہیں، تاہم حقیقت میں اس کی پابندی کسی نسخے میں نہیں کی گئی۔ سایدتاریخی حیثیت سے بالضابطہ ترتیب ممکن بھی نہیں۔ اس کی سب سے بین مثال ' دیوانِ کامل: تاریخی ترتیب سے '(مرتبہ کالی داس گپتا رضاؔ) ہے۔ اس میں جب ایک سن میں ایک سے زیادہ غزلیات ہیں تو ان کی باہم ترتیب کا نہ ہی تو کوئی اصول تو بتایا گیا ہے اور نہیں ہی ترتیب میں کوئی نظر آتا۔

اس بے راہ روی کے نتیجے میں غالب کے متداول دیوان میں پہلی غزل کو چھوڑ کر...... جس کا پہلا شعر (' نقش، فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا:: کاغذی ہے پیرہن، ہر پیکرِ تصویر کا') حمد یہ ہے...... تمام مرتبہ دیوانوں میں غزلوں کے نمبر شمار میں اختلاف ہے۔ مثلاً نسخۂ عرشی میں غزل ('ہم سا ہنشاہ میں اشعار کا دفتر کھلا') کا نمبر شمار ۴۵ ہے۔ جبکہ یہی غزل دیوانِ غالب، مرتبہ رشید حسن خاں میں نمبر ۱۴ پر درج ہے۔ اسی طرح غزل ('دل مرا سوزِ نہاں سے بے محابا جل گیا') کا نسخۂ عرشی میں نمبر شمار ۲۶ ہے۔ دیوان غالب مرتبہ رشید حسن خاں میں نمبر ۵ ۔ غزل ('دھمکی میں مر گیا، جو نہ بابِ نبرد تھا') نسخۂ عرشی میں ۳۳ نمبر پر اور نسخۂ رشید حسن خاں میں ۷ نمبر پر ہے۔ یہ ہی بے ترتیبی کم و بیش دیگر نسخوں میں نظر آتی ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر، کم از کم ایک غزل ('سب کہ برقِ سوزِ دل سے زہرہ ٔ ابر آب تھا') کے بارے میں اتنا اختلاف ہے کہ نسخۂ عرشی میں اسے ایک غزل مانا گیا ہے، جبکہ کئی اور نسخوں (رشید حسن خاں، مالک رام، غلام رسول مہرؔ: نوائے سروش) میں یہ دو غزلوں میں منقسم ہے۔ اور غزل کے جن اشعار کو نسخۂ عرشی میں 'قطعہ بند' بتایا گیا ہے، ان اشعار کو محولہ نسخوں میں ایک الگ غزل کی حیثیت دی گئی ہے۔ یہ بو قلمونی بعض اوقات قاری اور مصنف دونوں کے لیے خاصی باعثِ پریشانی بن جاتی ہے۔ انگریزی اور کئی دوسری زبانوں میں کم از کم کلاسکس کے مصنفوں کی حد تک (مثلاً افلاطون، شیکسپیئر، کانٹ، وغیرہم) متن کی ترتیب مقرر ہوتی ہے۔ بند، پیرا گراف، سطور کا نمبر لگا ہوتا ہے۔ اس سے حوالے میں قاری اور مصنف دونوں کو سہولت رہتی، کیونکہ حوالے کے لیے کسی خاص ایڈیشن جو بہر حال تغیر پذیر ہوتا ہے...... کی پابندی نہیں رہتی۔

بے ترتیبی اور ا . مد یش سار سے بچنے کے لیے، موجودہ دیوان میں الفبائی ترتیب کو اپنایا گیا ہے۔ ہر ردیف کی غزلیات کو ردیف کے لفظ کے اعتبار سے الفبائی ترتیب دی گئی ہے۔ مثلاً 'الف' کی ردیف میں ترتیب یوں ہے:

آشنا = اا ش ن ا

آیا = اا ی ا

اپنا = ا پ ن ا

باجا = ب ا ج ا

باندھا = ب ا ن دھ ا

پا = پ ا

پایا = پ ا ی ا (وعلیٰ ہذا القیاس)

اشتراک کی صورت میں، غزل کے پہلے شعر کے مصرعِ ثانی میں ردیف کے لفظ سے پیشتر کے لفظ سے فرق کیا گیا ہے۔ مثلاً:

پسند آیا

ماثیر آیا

سپند آیا

یاد آیا (وعلیٰ ہذا القیاس)

مزید اشتراک کی صورت میں غزل کے پہلے شعر کے مصرعِ ثانی میں ردیف کے لفظ سے پیشتر کے دوسرے لفظ سے فرق کیا گیا ہے۔ مثلاً:

باده ی آما ہے

بازار ی آما ہے

جواب ی آما ہے (وعلیٰ ہذالقیاس)

یہاں ایک ضروری اعتراف: راقم کے علم میں، عرشی صاحب پہلے مرتب ہیں جنہوں نے ایک ردیف میں کسی ایک خاص غزل کو اس غزل کی ردیف، اور اشترک کی صورت میں قافیہ کی، مدد سے تلاش کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ انہوں نے نسخۂ عرشی (اول، ۱۹۵۸) کے آخر میں (ص۳۷۳) میں ایک 'فہرسیِ اشعار'' دی۔ یہ اردو میں شعری اساریہ سازی کی اولین کوشش تھی۔ عرشی صاحب کی دوربینی نہایت قابلِ ستائش ہے۔ خاص کر اس لیے کہ یہ ۱۹۵۸ میں کی گئی، جب اردو میں اساریہ کا نام تک معروف نہ تھا۔ (آج بھی اردو میں اساریہ سازی نہایت ہی ابتدائی حالت میں ہے۔ اور شعری اساریہ سازی تو مفقود ہے)۔ عرشی صاحب نے اس 'فہرسیت اشعار'...... جس کا صحیح نام اساریہ کلامِ غالب ہونا چاہیے تھا......کی ''بنائے ترتیب ردیف کا آخری حرف'' رکھی اور'' اشتراک دور کرنے کی خاطر الٹی چال چلی''۔ ''مشترک ردیفو ں کی صورت میں تقسیم وتمیز کی بنا قافیوں پر [رکھی]''۔ اور ''ان کے اشتراک کی حالت میں بھی الٹی چال [چلی گئی]'' (مقدمہ، ص۱۱۶۔۱۱۷)۔

چونکہ عرشی صاحب اساریہ سازی کے اصولوں سے واقف نہ تھے (اور یہ ان سے متوقع بھی نہیں تھا)، اس لیے اس ''فہرسیت''میں کچھ خامیاں رہ گئیں۔ اول تو بنائے ترتیب ردیف کے <u>لفظ</u> کے بجائے ردیف کا <u>حرف</u> رکھا، جو دیوان کی ردیف وار ترتیب دہرانے کے مترادف تھا، کیونکہ ظاہر ہے جو غزل، مثلاً 'الف' کی ردیف میں ہو گی، اس کی ردیف کے آخر میں حرف 'الف' تو آئے گا ہی۔ دوسرے اشتراک دور کرنے کے لیے ''الٹی چال'' چلی گئی، جس سے 'فہرسیت' اچھا خاصا معمہ بن گئی اور اس کا استعمال پیچیدہ و دشوار ہو گیا۔ اگر اس کے بجائے ترتیب ردیف کے لفظ سے سیدھے سادھے لغت کے طریقے پر رکھی جاتی (جیسا موجودہ دیوان کی ترتیب میں کیا گیا ہے) تو یہ دشواری پیدا نہیں ہوتی۔ مندرجہ ذیل خاکے سے یہ بات صاف ہو جائے گی:

'ردیف الف'

ترتیب	فہرسِ عرشی	ترتیب بااعتبارِ موجودہ دیوان
۱	صہبا	باجا
۲	حوصلہَ، پا	پا، حوصلہَ
۳	حدا، ہو ںا	پہنچا، پارسل
۴	بار، ہو ںا	چیخا
۵	ویراں، ہو ںا	لکھتا، کیا
۶	یر ںر نہیں، ہو ںا	صہبا
۷	کیا لکھتا	ہو ںا، بار
۸	باجا	ہو با، حدا
۹	پارسل، پہنچا	ہو ںا، نہیں، یرںر
۱۰	چیخا	ہو ںا، ویراں

اب جب عام آدمی بھی لغت کے استعمال سے واقف ہے، ''الٹی چال'' کی بھلا کیا منطق ہو سکتی ہے ؟یوں بھی الٹا پڑھنا، سیدھے پڑھنے سے دشوار ہو ںا ہے۔

نیزاس فہرسیت میں ایک ہی اندراج میں کئی غزلیں درج ہیں، جب کہ ہر غزل کی انفرادی حیثیت ہوتی ہے اوراس لیے ہر غزل کااندراج علیحدٰ ہ ہوناچاہیے تھا۔ اگر عرشی صاحب خود اپنے بنائے قاعدے پر ہی چلتے تواشتراک کی صورت میں قافیہ، اور مرید اشتراک کی صورت میں قافیہ سے پیشتر کے لفظ سے (وعلیٰ ہذاالقیاس) ہر غزل کی 'تقسیم وتمیز' بری آسانی سے ہوسکتی تھی۔

علاوہ بریں، فہرسیت میں کہیں غزل کے پہلے شعر کاپہلا مصرع اور کہیں دوسرا مصرع اندراج کی بنیاد بنایا گیا۔ اس عدم یکسباسیی سے بھی الجھاؤپیداہو ماہے۔ فہرسیت کی ایک آدھ اور کمی کی طرف بھي اسارہ کیاجاسکتاہے، لیکن یہ ضروری نہیں۔

باایں ہم، یہ تسلیم کرنا فرض ہے کہ اشعارکااساریہ مرتب کرنے کاخیال ایک جدت تھی اوراس کاشرف عرشی صاحب کو حاصل ہے۔ افسوس ان کے اس تقدم پر غور نہیں کیاگیااوراس اساریہ سازی کی روایت کوآگے نہیں بڑھایا گیا۔